مولانا سید سلیمان ندوی رح

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

باسمہ تعالیٰ

حرف اول

دین اسلام چونکہ انسانی معاشرے کا دین ہے' اس لئے اس کے غلبہ کے لئے رواں دواں ہونا درحقیقت معاشرے کو ترقی سے ہمکنار کرنے کی جدوجہد ہے۔ غلبہ دین کی کاوش جہاد کہلاتی ہے اور یہ جہاد ہر سطح پر ہوتا ہے۔ یہ محض جنگ آزمائی کا نام نہیں کہ اس کے لئے کسی مخصوص ماحول یا وقت کا انتظار کرنا پڑے بلکہ یہ ہر دور میں جاری رہنے والا عمل ہے (الجہاد ماض الی یوم القیامۃ)۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ واضح کرتے ہیں کہ "جہاد تلوار سے بھی ہوتا ہے اور قلم سے بھی' زبان سے بھی' دل سے بھی اور اکثر تو خود اپنے نفس سے ہی جہاد کرنا پڑتا ہے"۔

ایسے حالات میں جب مسلمانوں کا خود مختار نظام قائم نہ رہے اور ان کی قوت کمزور اور منتشر ہو تو پھر لازم ہے کہ جہاد کے پہلے مرحلہ کے طور پر مسلم معاشروں میں ایسی اجتماعیت قائم کی جائے جو شعوری جدوجہد کے ذریعہ کل دین کو غالب کرنے کی حکمت عملی اپنائے۔ اسی کو جدید سیاسی لغت میں انقلابی جدوجہد سے تعبیر کیا جاتا ہے' انقلاب کو بعض حلقوں میں منفی خیال کہا جاتا ہے حالانکہ بقول مولانا سندھیؒ منفی خیالات پیش کرنا انقلابی کا کام نہیں بلکہ وہ فرسودہ نظام حیات کی جگہ ایک نیا بہتر اور جاندار نظام پیش کرتا ہے" گویا ہر مسلمان کو انقلابی ہونا چاہیے۔

زیر نظر مضمون میں علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جہاد کا قرآن و حدیث کے حوالہ سے جو تعارف کرایا ہے وہ لائق مطالعہ ہے بالخصوص انہوں نے "جہاد بالعلم" کی جو نشاندہی کی ہے وہ پاکستانی معاشرے کی اشد ضرورت ہے' باشعور قارئین پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ محض اپنے مطالعہ کو وسعت دینے پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اس کے عملی تقاضوں پر بھی لبیک کہیں اور امید ہے کہ ایسا ہی ہوگا انشاءاللہ

(ناشرین)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جہاد

عام طور سے اسلام کے سلسلۂ عبادات میں جہاد کا نام فقہاء کی تحریروں میں نہیں آتا، مگر قرآن پاک اور احادیث نبوی میں اس کی فرضیت اور اہمیت بہت سے دوسرے فقہی احکام اور عبادات سے بدرجہا زیادہ ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس فریضۂ عبادت کو اپنے موقع پر جگہ دی جائے۔ اور اس کی حقیقت پر ناواقفیت کے جو توبرتو پردے پڑ گئے ہیں اُن کو اٹھایا جائے۔

"جہاد" کے معنی عموماً قتال، اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں، مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے۔ جہاد کا لفظ جُہد سے نکلا ہے، جہاد اور مجاہدہ، فعال اور مفاعلت کے وزن پر اسی جہد سے مصدر ہیں، اور لغت میں اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں، اسی کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنی بھی ہیں یعنی حق کی بلندی، اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار گوارا کرنا، اور ان تمام جسمانی ومالی ودماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں، اس راہ میں صرف کرنا، یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی، اپنے عزیزوں اقارب کی، اہل وعیال کی، خاندان وقوم کی جان تک کو قربان کر دینا، اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنا، ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا یہی جہاد ہے، اور یہ اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے،

افسوس ہے کہ مخالفوں نے اتنے اہم اور اتنے ضروری اور اتنے وسیع مفہوم کو جس کے بغیر دنیا میں کوئی تحریک نہ کبھی سرسبز ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے، صرف دین کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے تنگ میدان میں محصور

کر دیا ہے، یہ بات بار بار کہی اور دکھائی گئی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس تعلیم اور شریعت کو لے کر دنیا میں آئے، وہ محض نظریہ اور فلسفہ نہیں، بلکہ عمل اور سراپا عمل ہے، آپ کے مذہب میں نجات کا استحقاق، گوشہ گیری، رہبانیت، نظری مراقبہ، دھیان اور الٰہیات کا فلسفیانہ خیال آرائی پر موقوف نہیں بلکہ خدا کی توحید، رسولوں اور کتابوں اور فرشتوں کی سچائی، قیامت اور جزا و سزا کے اعتقاد کے بعد انہیں کے مطابق عمل خیر اور نیک کرداری کی جد و جہد پر مبنی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں "جہاد" کا مقابل لفظ "قعود" (بیٹھنا یا بیٹھے رہنا) استعمال کیا گیا ہے جس سے مقصود سستی، تغافل اور ترک فرض ہے، سورۂ نسا میں ہے،

مسلمانوں میں سے وہ جن کو کوئی جسمانی معذوری نہ ہو
اور پھر بیٹھے رہیں، اور وہ جو خدا کی راہ میں اپنی جان و
مال سے جہاد کر رہے ہوں، برابر نہیں، اللہ نے اپنی
جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر درجہ
کی فضیلت عطا کی ہے، اور ہر ایک سے خدا نے
بھلائی کا وعدہ کیا ہے، اور جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے
والوں پر بڑے اجر کی فضیلت بخشی ہے، (النسآء: ۹۵)

اس "بیٹھنے" اور "جہاد کرنے" کے باہمی تقابل سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ جہاد کی حقیقت بیٹھنے، سستی کرنے اور آرام ڈھونڈھنے کے سراسر خلاف ہے،

یہاں ایک شبہہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے، اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "جہاد" اور "قتال" دونوں ہم معنی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے، قرآن پاک میں دونوں لفظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں، اس لئے جہاد فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں جہاد کرنا) اور قتال فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں لڑنا) ان دونوں لفظوں کے ایک معنی نہیں ہیں بلکہ ان

دونوں میں عام وخاص کی نسبت ہے، یعنی ہر جہاد قتال نہیں ہے، بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں سے لڑنا بھی ہے، اسی لئے قرآن پاک میں ان دونوں لفظوں کے استعمال میں ہمیشہ فرق ملحوظ رکھا گیا ہے، چنانچہ اسی سورۂ نساء کی اُوپر کی آیت میں اور دوسری آیتوں میں جہاد کی دو صریح قسمیں بیان کی گئی ہیں، جہادؐ بالنفس، اور جہادؐ بالمال، یعنی اپنی جان کے ذریعہ جہاد کرنا اور اپنے مال کے ذریعہ جہاد کرنا جان کے ذریعہ جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کی حمایت کے لئے ہر قسم کی جسمانی تکلیف بے خطر اُٹھائی جائے یہاں تک کہ اپنی جان تک کو جوکھوں میں ڈال دینے، آگ میں جلائے جانے، سولی پہ لٹکائے جانے، تیر اور نیزے میں چھد جانے، اور تلوار سے کٹ جانے کے لئے ہر وقت آمادہ اور مستعد رہے، مال سے جہاد کرنا یہ ہے کہ حق کو کامیاب اور سربلند کرنے کے لئے اپنی ہر ملکیت کو قربان، اپنی ہر دولت کو نثار اور اپنے ہر سرمایہ کو وقف کرنے کے لئے تیار رہے، اسی جان اور مال کی باطل محبت، شخص اور قوم دونوں کی ترقی وسعادت کی راہ میں رکاوٹ ہے، اگر یہ دونوں بت ہمارے سامنے سے ہٹ جائیں تو ہم کامل موحد ہو جائیں اور پھر ہماری ترقی کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی جسمانی وروحانی ہر قسم کی ترقی کا اصل اصول یہی ہے۔ اس کے سوا کچھ اور نہیں،

ترقی وسعادت کا یہ گُر صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا اور آپ ہی نے یہ نکتہ اپنی امت کو سکھایا اسی جہاد کا جذبہ اور اسی کے حصولِ ثواب کی آرزو تھی جس کے سبب سے مکہ میں مسلمانوں نے تیرہ برس تک ہر قسم کی تکلیفوں کا بہادرانہ مقابلہ کیا، ریگستان کی جلتی دھوپ، پتھر کی بھاری سِل، طوق وزنجیر کی گرانباری، بھوک کی تکلیف پیاس کی شدت، نیزہ کی انی، تلوار کی دھار، بال بچوں سے علیحدگی، مال ودولت سے دست برداری اور گھر بار سے دوری، کوئی چیز بھی اُن کے استقلال کے قدم کو ڈگمگا نہ سکی، اور پھر دسؔ برس تک مدینہ منورہ میں انہوں نے تلوار کی چھاؤں میں جس طرح گذارے وہ دنیا کو معلوم ہے،

مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر
ایمان لائے، اور پھر اس میں وہ ڈگمگائے نہیں اور

خدا کے راستہ میں اپنی جان سے اور اپنے
مال سے جہاد کیا، یہی سچے اترنے والے لوگ ہیں
پھر جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑا اور اپنے
گھروں سے نکالے گئے، اور میری راہ میں
ستائے گئے، اور لڑے اور مارے گئے، ہیں میں اُن
کے گناہوں کو اتار دونگا، اور ان کو بہشت میں
داخل کروں گا، (آل عمران: ۱۹۵)

جہاد کی قسمیں جب جہاد کے معنی محنت، سعی بلیغ، اور جدوجہد کے ہیں تو ہر نیک کام اس کے تحت میں داخل ہو سکتا ہے، علمائے دل کی اصطلاح میں جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور اسی کا نام اُن کے ہاں "جہادِ اکبر" ہے خطیب نے تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اُن صحابہ سے جو ابھی لڑائی کے میدان سے واپس آئے تھے، فرمایا "تمہارا آنا مبارک، تم چھوٹے جہاد (غزوہ) سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو، کہ بڑا جہاد بندہ کا اپنے ہوائے نفس سے لڑنا ہے" حدیث کی دوسری کتابوں میں اس قسم کی بعض اور روایتیں بھی ہیں، چنانچہ ابن نجار نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرے" یہ تینوں روایتیں گو فن کے لحاظ سے چنداں مستند نہیں ہیں، مگر یہ درحقیقت بعض صحیح حدیثوں کی تائید اور قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر ہیں،

اور جنہوں نے ہمارے بارہ میں جہاد کیا، یعنی
محنت اور تکلیف اٹھائی، ہم ان کو اپنا راستہ

---

[1] بحوالہ کنز العمال کتاب الجہاد ج ۲ ص ۲۸۵ حیدرآباد دکن

آپ دکھائیں گے، اور بے شبہ خدا
نیکو کاروں کے ساتھ ہے، (العنکبوت: ۶۹)

اس پورے سورہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حق کے لئے ہر مصیبت و تکلیف میں ثابت قدم اور بے خوف رہنے کی تعلیم دی ہے، اور اگلے پیغمبروں کے کارناموں کو ذکر کیا ہے کہ وہ ان مشکلات میں کیسے ثابت قدم رہے، اور بالآخر خدا نے ان کو کامیاب اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا، سورہ کے

آغاز میں ہے،

اور جو کوئی جہاد کرتا ہے (یعنی محنت اٹھاتا
ہے) وہ اپنے ہی نفس کے لئے جہاد کرتا ہے،
اللہ تو جہاں والوں سے بے نیاز ہے، (العنکبوت: ۶)

اور سورہ کے آخر میں فرمایا کہ ہمارے کام میں یا خود ہماری ذات کے حصول میں ہماری خوشنودی کی طلب میں جو جہاد کرے گا اور محنت اٹھائے گا ہم اس کے لئے اپنے تک پہنچنے کا راستہ آپ صاف کر دیں گے، اور اس کو اپنی راہ آپ دکھائیں گے۔ یہی مجاہدہ، کامیابی کا زینہ اور روحانی ترقیوں کا وسیلہ ہے، سورہ حج میں ارشاد ہوا،

اور محنت کرو اللہ میں پوری محنت، اس نے تم کو
چنا ہے، اور تمہارے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں
کی تمہارے باپ ابراہیم کا دین، (الحج: ۷۸)

یہ اللہ میں محنت اور جہاد کرنا ہی جہادِ اکبر ہے، جس پر ملت ابراہیمی کی بنا ہے، یعنی حق کی راہ میں عیش و آرام، اہل و عیال اور جان و مال ہر چیز کو قربان کر دینا۔ ترمذی، طبرانی، حاکم اور صحیح ابن حبان میں ہے[1]

[1] بحوالہ کنز العمال، کتاب الایمان جلد اول ص ۳۹۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ "المجاھد من جاھد نفسہ" یعنی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ صحیح مسلم میں ہے، ایک دفعہ آپ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ تم پہلوان کس کو کہتے ہو، عرض کیا جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں، فرمایا نہیں پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے[1] یعنی جو اس پہلوان کو پچھاڑ سکے، اور اس حریف کو زیر کر سکے جس کا اکھاڑا خود اس کے سینہ میں ہے،

۲۔ جہاد کی ایک اور قسم جہاد بالعلم ہے، دنیا کا تمام شر و فساد جہالت کا نتیجہ ہے، اس کا دور کرنا ہر حق طلب کے لئے ضروری ہے، ایک انسان کے پاس اگر عقل و معرفت اور علم و دانش کی روشنی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس سے دور کے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے، تلوار کی دلیل سے قلب میں وہ طمانیت نہیں پیدا ہو سکتی جو دلیل و برہان کی قوت سے لوگوں کے سینوں میں پیدا ہوتی ہے، اسی لئے ارشاد ہوا کہ،

تو لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف
آنے کا بلاوا حکمت و لوانائی کی باتوں کے
ذریعہ سے اور اچھی طرح سمجھا کر دے، اور مناظرہ
کرنا ہو تو وہ بھی اچھے اسلوب سے کر، (النحل: ۱۲۵)

دین کی یہ تبلیغ و دعوت بھی جو سراسر علمی طریق سے ہے، جہاد کی ایک قسم ہے، اور اسی طریقۂ دعوت کا نام جہاد بالقرآن ہے، کہ قرآن خود اپنی آپ دلیل، اپنی آپ موعظت اور اپنے لئے آپ مناظرہ ہے قرآن کے ایک سچے عالم کو قرآن کی صداقت اور سچائی کے لئے قرآن سے باہر کی کسی چیز کی ضرورت نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی جہاد، یعنی روحانی بیماریوں کی فوجوں کو شکست دینے کے لئے اسی قرآن کی تلوار ہاتھ میں دی گئی، اور اسی سے کفار و منافقین کے شکوک و شبہات کے پردوں کو ہزیمت دینے کا حکم دیا گیا، ارشاد ہوا،

---

[1] صحیح مسلم باب من یملک نفسہ عند الغضب جلد ۲ صفحہ ۲۹۶، مصر،

تو کافروں کا کہنا نہ مان اور بذریعہ قرآن کے

توان سے جہاد کر، بڑا جہاد۔ (الفرقان: ۵۲)

بذریعہ قرآن کے جہاد کر یعنی قرآن کے ذریعہ سے توان کا مقابلہ کر، اس قرآنی جہاد و مقابلہ کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کبیر بڑا جہاد اور بڑے زور کا مقابلہ فرمایا ہے، اس سے اندازہ ہوگا اس جہاد بالعلم کی اہمیت قرآن کی نظر میں کتنی ہے، علماء نے بھی اس اہمیت کو محسوس کیا ہے، اور اس کو جہاد کا مہتم بالشان درجہ قرار دیا ہے۔ امام ابوبکر رازی حنفی نے احکام القرآن میں اس پر لطیف بحث کی ہے، اور لکھا ہے کہ جہاد بالعلم کا درجہ جہاد بالنفس اور جہاد بالمال دونوں سے بڑھ کر ہے[1] ایک ایک مسلمان کا فرض ہے کہ حق کی حمایت اور دین کی نصرت کے لئے عقل، فہم، علم اور بصیرت حاصل کرے اور اُن کو اس راہ میں صرف کرے اور وہ تمام علوم جو اس راہ میں کام آسکتے ہوں، اُن کو اس لئے حاصل کرے کہ اُن سے حق کی اشاعت اور دین کی مدافعت کا فریضہ انجام پائے گا، یہ علم کا جہاد ہے، جو اہل علم پر فرض ہے،

۲۔ جہاد بالمال،

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت عطا کی ہے اس کا منشا بھی یہ ہے کہ اس کو خدا کی مرضی کے راستوں میں خرچ کیا جائے، یہاں تک کہ اس کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے آرام وآسائش کے لئے بھی خرچ کیا جائے تو اسی کی مرضی کے لئے، دنیا کا ہر کام روپیہ کا محتاج ہے، چنانچہ حق کی حمایت اور نصرت کے کام بھی اکثر روپے پر موقوف ہیں، اس لئے اس جہاد بالمال کی اہمیت بھی کم نہیں ہے، دوسری اجتماعی تحریکوں کی طرح اسلام کو بھی اپنی ہر قسم کی تحریکات اور جدوجہد میں سرمایہ کی ضرورت ہے، اس سرمایہ کا فراہم کرنا اور اس کے لئے مسلمانوں کا اپنے اوپر ہر طرح کا ایثار گوارا کرنا جہاد بالمال ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وصحبت کی برکت سے صحابہ کرام نے اپنی عام غربت اور ناداری کے باوجود اسلام کی سخت سے سخت گھڑیوں میں جس طرح مالی جہاد کیا ہے، وہ اسلام کی تاریخ کے روشن کارنامے ہیں اور انہیں سے دین حق

[1] احکام القرآن رازی قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۱۱۹،

کا باغ چمن آرائے نبوت کے ہاتھوں سرسبز و شاداب ہوا اور اسی لئے اسلام میں ان بزرگوں کا بہت بڑا رتبہ ہے،

بے شک وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور
اپنے مال اور جان سے جہاد کیا، (الانفال:۷۲)

قرآن پاک میں مالی جہاد کی تنبیہ و تاکید کے متعلق بکثرت آیتیں ہیں بلکہ بہ مشکل کہیں جہاد کا حکم ہوگا جہاں اس جہاد بالمال کا ذکر نہ ہو، اور قابل لحاظ یہ امر ہے کہ ان میں سے ہر ایک موقع پر جان کے جہاد پر مال کے جہاد کو تقدم بخشا ہے، جیسے

ہلکے یا بھاری ہو کر جس طرح ہو نکلو، اور اپنے
مال اور اپنی جان سے خدا کے راستے میں جہاد
کرو، یہ تمھارے لئے بہتر ہے اگر تم کو معلوم ہو، (التوبۃ:۴۱)

مومن وہی ہیں، جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے
پھر اس میں شک نہیں کیا، اور اپنے مال اور
اپنی جان سے خدا کے راستہ میں جہاد کیا یہی
سچے اترنے والے ہیں، (الحجرات:۱۵)

اپنے مال اور نفس سے جہاد کرنے والوں کو
اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ کی
فضیلت دی ہے۔ (النساء:۹۵)

اس تقدم کے کئی اسباب اور مصلحتیں ہیں،

میدان جنگ میں ذاتی اور جسمانی شرکت ہر شخص کے لئے ممکن نہیں، لیکن مالی شرکت ہر ایک کے لئے آسان

ہے، جسمانی جہاد یعنی لڑائی کی ضرورت ہر وقت پیش نہیں آتی ہے، لیکن مالی جہاد کی ضرورت ہر وقت اور ہر آن آتی ہے، انسانی کمزوری یہ ہے کہ مال کی محبت، اُس کی جان کی محبت پر اکثر غالب آجاتی ہے،

گر جاں طلبی مضائقہ نیست گر زر طلبی سخن دریں است

اس لئے مال کو جان پر مقدم رکھ کر ہر قدم پر انسان کو اس کی اس کمزوری پر ہشیار کیا گیا ہے۔

۴۔ جہاد کی ان اقسام کے علاوہ ہر نیک کام اور ہر فرض کی ادائیگی میں اپنی جان و مال و دماغ کی قوت صرف کرنے کا نام بھی اسلام میں جہاد ہے، عورتیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ ہم کو غزوات کے جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے، ارشاد ہوا کہ تمہارا جہاد نیک حج ہے، کہ اس مقدس سفر کے لئے سفر کی تمام صعوبتوں کو برداشت کرنا، صنفِ نازک کا ایک جہاد ہی ہے، اسی طرح ایک صحابی یمن سے چل کر خدمت اقدس میں اس غرض سے حاضر ہوتے ہیں کہ کسی لڑائی کے جہاد میں شرکت کریں، آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے ماں باپ ہیں، عرض کی جی ہاں فرمایا ففیہما فجاھد، تو تم انہیں کی خدمت میں جہاد کرو[1]، یعنی ماں باپ کی خدمت کرنا بھی جہاد ہے، اسی طرح خطرناک موقع پر حق کے اظہار میں بے باک ہونا بھی جہاد ہے، آپ نے فرمایا۔

ایک بڑا جہاد کسی ظالم قوت کے سامنے انصاف کی بات کہہ دینا ہے، (ترمذی۔ ابواب الفتن)

۵۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جہاد بالنفس، یعنی اپنے جسم و جان سے جہاد کرنا جہاد کی اُن تمام اقسام کو شامل ہے جن میں انسان کی کوئی جسمانی محنت صرف ہو، اور اس کی آخری حد خطرات سے بے پروا ہو کر اپنی زندگی کو بھی خدا کی راہ میں نثار کر دینا ہے، نیز دین کے دشمنوں سے اگر مقابلہ آپڑے اور وہ حق کی مخالفت پر تل جائیں تو اُن کو راستہ سے ہٹانا اور اس صورت میں ان کی جان لینا یا اپنی جان دینا جہاد بالنفس کا انتہائی

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجہاد،

جذبۂ کمال ہے، ایسے جان نثار اور جان باز بندے کا انعام یہ ہے کہ اس نے اپنی جس عزیز ترین متاع کو خدا کی راہ میں قربان کیا، وہ ہمیشہ کے لئے اس کو بخش دی جائے، یعنی فانی حیات کے بدلہ اس کو ابدی حیات عطا کر دی جائے، اسی لئے ارشاد ہوا،

جو خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ کہو
بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو اس کا احساس نہیں (البقرۃ: ۱۵۴)

آلِ عمران میں ان جانبازوں کی قدر افزائی ان الفاظ میں کی گئی ہے،

جو خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ گمان
نہ کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے
پاس اُن کو روزی دی جا رہی ہے خدا
نے اُن کو اپنی جو مہربانی عطا کی ہے اس پر
وہ خوش ہیں، اور جو اب تک اُن سے اس
زندگی میں ہونے کی وجہ سے نہیں ملے ہیں
اُن کو خوشخبری دیتے ہیں کہ اُن کو نہ کوئی خوف
ہے، نہ وہ غم میں ہیں، (آل عمران: ۱۶۹-۱۷۰)

ان جان نثاروں کا نام شریعت کی اصطلاح میں "شہید" ہے، یہ عشق و محبت کی راہ کے شہید زندۂ جاوید ہیں،

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہ اپنے اسی خونی گلگوں پیراہن میں قیامت کے دن اٹھیں گے[1] اور حق کی جو عملی شہادت اس زندگی

---

[1] ابوداؤد و ترمذی کتاب الجہاد،

میں انہوں نے ادا کی تھی، اس کا صلہ اس زندگی میں پائیں گے۔

اسی کے ساتھ وہ جانباز بھی جو گو اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترے تھے، لیکن ان کے سر کا ہدیہ دربارِ الہٰی میں اس وقت اس لئے قبول نہ ہوا کہ ابھی ان کی دنیاوی زندگی کا کارنامہ ختم نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی اپنے حسنِ نیت کے بدولت رضائے الٰہی کی سند پائیں گے۔ اسی لئے ان کو عام مسلمان ادب و تعظیم کے لئے "غازی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں

اور جو خدا کی راہ میں لڑتا ہے، پھر وہ یا مارا
جاتا ہے یا وہ غالب آتا ہے، تو ہم اُس کو
بڑا بدلہ عنایت کریں گے۔ (النساء: ۷۴)

تو جنھوں نے میری خاطر گھر بار چھوڑا اور
اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور اُن کو میری
راہ میں تکلیفیں دی گئیں، اور وہ لڑے
اور مارے گئے ہم اُن کے گناہوں کو چھپا دیں
گے، اور اُن کو جنت میں داخل کریں گے
جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ خدا کی
طرف سے اُن کو یہ بدلہ ملے گا۔ اور خدا کے
پاس اچھا بدلہ ہے (آل عمرٰن: ۱۹۵)

ان آیات کی تفسیر و تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ احادیث میں مذکور ہے جس میں شہیدوں کی فضیلتیں، اور اُن کی اخروی نعمتوں کی تفصیل نہایت مؤثر الفاظ میں ہے۔ اسی شہادت اور غزا کے عقیدے نے مسلمانوں میں مشکلات کے مقابلہ اور دشمنوں سے بے خوفی کی وہ روح پیدا کر دی

جس کی زندگی اور تازگی کا ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد بھی وہی عالم ہے، یہی وہ جذبہ ہے جو مسلمانوں کو دین کی خاطر جان دینے پر اس قدر جلد آمادہ کر دیتا ہے اور اس حیاتِ جاوید کی تلاش میں ہر مسلمان بیتاب نظر آتا ہے، یہ وہ رتبہ ہے جس کی تمنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر کی، اور فرمایا کہ "مجھے آرزو ہے کہ میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں اور دوبارہ مجھے زندگی ملے، اور میں اس کو بھی قربان کر دوں، اور پھر تیسری زندگی ملے، اور اس کو بھی میں خدا کی راہ میں نثار کر دوں۔" ذرا ان فقروں پر ایک بار اور نگاہ ڈال لیجئے، ان میں یہ نہیں ہے کہ میں دوسرے کو مار ڈالوں، بلکہ یہ ہے، کہ حق کے راستہ میں، میں مارا جاؤں، اور پھر زندگی ملے پھر مارا جاؤں، پھر زندگی ملے اور پھر مارا جاؤں۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را　　　ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

دائمی جہاد یہ تو وہ جہاد ہے جس کا موقع ہر مسلمان کو پیش نہیں آتا اور جس کو آتا بھی ہے تو عمر میں ایک آدھ ہی دفعہ آتا ہے۔ مگر حق کی راہ میں دائمی جہاد وہ جہاد ہے جو ہر مسلمان کو ہر وقت پیش آسکتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اُمتی پر یہ فرض ہے کہ دین کی حمایت، علم دین کی اشاعت حق کی نصرت، غریبوں کی مدد، زیر دستوں کی امداد، سیہ کاروں کی ہدایت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، اقامت عدل، ردِ ظلم، اور احکام الٰہی کی تعمیل میں ہمہ تن اور ہر وقت لگا رہے۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی کی ہر جنبش و سکون ایک جہاد بن جائے اور اس کی پوری زندگی جہاد کا ایک غیر منقطع سلسلہ نظر آئے۔ سورۂ آل عمران کی جس میں جہاد کے مسلسل احکام ہیں، آخری آیت ہے،

اے ایمان والو! مشکلات میں ثابت قدم رہو
اور مقابلہ میں مضبوطی دکھاؤ اور کام میں لگے
رہو خدا سے ڈرو شاید کہ تم مراد کو پہنچو۔ (آل عمران: ۲۰۰)

یہی وہ جہادِ محمدی ہے، جو مسلمانوں کی کامیابی کی کنجی اور فتح و فیروزی کا نشان ہے،

لہ صحیح مسلم کتاب الجہاد۔